بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

النور انٹرنیشنل

جولائی 2016ء

رمضان / شوال 1437ھ

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت، کا ترجمان

حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمد کا دعویٰ مجدد صدچہاردہم تھا نبوت نہیں

مدیران

شاہد عزیز

مسز سمیرا احمد

فہرست مضامین

:۱ اعلانات و خبریں ۲

:۲ کلامِ امام۔(فرمودات حضرت مسیح موعودؑ) ۳
حضرت مرزا صاحبؒ بیان فرماتے ہیں کہ کس طرح علماء حضرات بِلا تحقیق اُنہیں کافر قرار دے رہے ہیں۔

:۳ فتح اسلام۔حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ ۵
حضرت مرزا صاحبؒ نے کس طرح دوسرے مذاہب اور دہریت پر اسلام کو غلبہ دیا

:۴ حضرت مولانا محمد علیؒ ۶
مولانا عبدالماجد دریابادی کی نظر میں

:۵ میں پیچھے نہیں ہٹوں گا ۸

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

www.virtualmosque.co.uk پر

پروگرام و اوقات

جمعہ-انگریزی	13:00
درس-بعد از جمعہ انگریزی	13:30
ماہانہ اجلاس-انگریزی-ہر ماہ پہلی اتوار	15:00
عیدین-انگریزی	11:00

پنجاب ریڈیو

عیدین-پنجابی 13:00 سکائی چینل نمبر 130

سکائپ

تقاریر اور مباحثہ- ہر اتوار 09:00

سکائپ آئی ڈی Lahori-Ahmadi

عالمگیر (ذیلی مرکز)
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
پتہ برائے خط و کتابت
15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ
www.virtualmosque.co.uk
ای میل : info@aaiil.uk

جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے سب دوستوں کو بہت بہت عید مبارک

اعلانات وخبریں

انگلستان

آپ کو علم ہے کہ ہم ہر سال کے شروع میں ایک فارورڈ پلینر شائع کرتے ہیں۔ اِس میں سال کے شروع ہی میں ہم جماعت کے اجلاس کے علاوہ فلکیات کے حساب سے رمضان اور عیدین کا اعلان کر دیتے ہیں۔ ہم نے یہ ۴۰ سال پہلے شروع کیا تھا۔ اور آج تک ہمارا حساب غلط

عید الفطر

اِس سال عید الفطر ۶ جولائی، بروز بدھ، ہو گی۔ نماز کا وقت صبح ۱۱ بجے ہے۔ نماز بالکل وقت پر شروع ہو گی اس لئے خطبہ اور نماز دونوں نشر کی جائیں۔

نہیں ثابت ہوا اور عیدین کے بعد چیک کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ ہم نے درست روز کا اعلان کیا تھا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن خود فرماتا ہے کہ گردِش لیل ونہار کے نظام میں کبھی تبدیلی نہیں آتی۔

منتظمہ نے فیصلہ کیا ہے کہ اِس سال فطرانہ ۱۰ پونڈ فی کس ہو گا۔ عید سے پہلے فطرانے کی ادائیگی لازمی ہے۔

یاد رہے کہ ہر ایک کو زکوۃ کی ادائیگی بھی لازمی ہے۔ برائے مہربانی رمضان کے ختم ہونے سے قبل زکوۃ ادا کر دیں۔ اگر آپ زکوۃ کو چیریٹی ایڈ فاونڈیشن کے ذریعہ ادا کریں گے تو برطانوی سرکار اِس میں مزید ۲۰ فی صد شامل کر کے جماعت کو ادا کرے گی۔

یاد رہے کہ جن ممالک میں ممکن ہو زکوۃ کو جمع اور تقسیم کرنا ایک اجتماعی عمل ہے۔ اگر یہ اجتماعی عمل نہ ہوتا تو حضرت ابو بکرؓ اُن قبائل کے خلاف اعلان جنگ نہ کرتے جنہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کے وصال پر زکوۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت مولانا محمد علیؒ کے زمانے سے زکوۃ کو جماعت جمع اور تقسیم کرتی ہے۔ یاد دھانی کے لئے عرض ہے کہ ہمارا مرکز دو مفت کلینکس چلاتا ہے۔ دارالسلام کلینک میں ہر طرح کی تفتیش مثلاً ایکس رے اور سکین وغیرہ کا مفت انتظام ہے۔ پچھلے سال وہاں پچاس ہزار مریضوں کا علاج کیا گیا۔ علاج میں مذہب یا فرقہ کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ اِسی طرح جماعت میں بیوہ کو وظیفہ اور مستحق طالبعلموں کو وظیفہ دیا جاتا ہے۔ ہماری جماعت پہلی جماعت تھی جس نے اپنے قیام کے ساتھ ہی ایک فلاح وبہبود کا نظام قائم کیا تھا۔ اِس فلاح وبہبود کے نظام کی توسیع واستحکام ہمارا اولین فرض ہے۔

نومبر میں جماعت ایک بین المذاہب جلسہ کر رہی ہے جس میں مُختلف مذاہب کے مذہبی لیڈر یہ بتائیں گے کہ اِس زمانے میں امن قائم کرنے کے لئے اُن کا مذہب کیا تجاویز دیتا ہے۔ درخواست ہے کہ اِس جلسے میں جوق درجوق شامل ہونے کی خصوصی کوشش کریں۔

جرمنی

محترم عامر عزیز صاحب کی تبلیغی مساعی سے اسلام کے متعلق بہت سے احباب کا نظریہ بدل چکا ہے۔ آج کل رمضان میں اُن کی مصروفیات اور بھی بڑھ گئی ہیں۔ اُن کی مصروفیات میں برلن مسجد کی مرمت کی نگرانی بھی شامل ہے۔ اِس مُبارک مہینے میں اِس مسجد ومشن کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں۔ یہ ہمارا ایک عظیم الشان ورثہ ہے۔ اور آنے والی نسلیں ہمیں اِسی پر پرکھیں گی۔

عامر عزیز، امام برلن مسجد امن مارچ کے ساتھ

ہندوستان

دی لائٹ کے ہندی ایڈیشن کا پہلا شمارہ شائع ہو چکا ہے۔ اگر آپ کسی کو جانتے ہیں جو اِس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں تو ہمیں اُن کا ای میل بھیج دیں۔

کشمیر (ہندوستان) میں جماعت کی تنظیم نو جاری اور اِس سلسلے میں جماعت کی مردم شماری کی جا رہی ہے۔ اِس کے علاوہ احباب سے رابطہ کر کے اُنہیں مزید فعال کرنے کی مُہم بھی جاری ہے۔

کلامِ امام

(حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ کے اِس اعلان پر کہ حضرت مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں ہندوستان کے بیشتر علماء نے اُنہیں کافر قرار دے دیا۔ اِس موقع پر آپ نے سب کو مباحثہ کی دعوت دی۔ لیکن میاں نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور دیگر علماء دہلی نے حیات و وفات مسیح کے مسئلہ پر بحث کرنے سے انکار کر دیا۔ میاں سید نذیر حسین صاحب نے بحث ٹالنے کے لئے بار بار یہی عذر کیا کہ حضرت مرزا صاحبؒ کافر ہیں، مسلمان نہیں۔ آخر آپ نے دسمبر ۱۸۹۱ء میں رسالہ "آسمانی فیصلہ" لکھا اور اُس میں خاص طور پر میاں سید نذیر حسین صاحب کو پھر تحریری بحث کے لئے دعوت دی اور فرمایا اگر وہ لاہور آسکیں تو ان کے آنے جانے کا کرایہ بھی میں ادا کر دوں گا۔ ورنہ دہلی میں بیٹھے ہوئے اظہار حق کے لئے تحریری بحث کر لیں۔ آپ نے فرمایا"میاں صاحب سے بحث کو میں اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ شیخ الکل ہیں اور لوگوں کے خیال میں علم میں سب سے بڑھے ہوئے اور علماء ہند میں بیج کی طرح ہیں اور کچھ شک نہیں کہ بیج کاٹنے سے تمام شاخیں خود بخود گریں گی۔ اور چونکہ انہوں نے میرے اعلانات کو کہ میں مومن مسلمان ہوں کوئی وقعت نہیں دی اس لئے اب مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کی جماعت کے لوگ بٹالوی وغیرہ علماء ان علامات کے اظہار کے لئے مجھ سے مقابلہ کر لیں جو قرآن کریم اور احادیث میں کامل مومن کی بتائی گئی ہیں۔ لیکن کسی کو اس مقابلہ کے لئے آپ کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

قارئیں غور فرمائیں کہ ۱۲۵ سال بعد بھی معاملہ جوں کا توں ہے۔ دو دفعہ ساؤتھ افریقہ میں عدالت کے سامنے مقدمہ پیش ہوا کہ وہ فیصلہ کریں کہ جماعت احمدیہ لاہور کے ممبران مسلمان ہیں یا نہیں۔ دونوں دفعہ عدالت نے واضح طور پر فیصلہ دیا کہ احمدی مسلمان ہیں۔ کھُلی عدالت میں شکست کے بعد پاکستان کے مذہبی لیڈر یہی دھرائے جا رہے ہیں کہ احمدی مسلمان نہیں۔ جواب دیا جاتا ہے کہ پاکستان کی پارلیمنٹ آپ کو کافر قرار دے چکی ہے۔ تو کیا مسلمانوں کی حکومتوں نے حضرت امام حسین، امام ابو حنیفہ، مجدد الف ثانی وغیرہ کو کافر قرار نہیں دیا تھا؟ دوسرے پاکستان میں اہلسنت مدعی، مدعا علیہ، جج، جیوری سب کچھ خود ہی تھے لیکن ساؤتھ افریقہ میں مقدمہ ایک آزاد اور خود مُختار عدالت کے سامنے پیش ہوا تھا۔ وہاں پاکستان کے چوٹی کے ۱۲ علماء نے ایک اکیلے لاہوری احمدی کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ اس لئے کہ جنوبی افریقہ میں ہمیں اِن علماء پر جرح کا حق تھا جب کہ پاکستان میں ہمیں صرف جواب دینے کی اجازت تھی۔)

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اگرچہ آپ کفر کے فتوؤں سے بچے ہوئے نہیں ہیں اور خیر سے ہندوستان میں اول الکافرین وہی ٹھہرائے گئے ہیں تاہم ان کو دوسرے مسلمانوں کے کافر بنانے کا اسقدر جوش ہے کہ جیسے راستباز لوگوں کو مسلمان بنانے کا شوق ہوتا ہے۔ وہ اس بات کے بڑے ہی خواہشمند پائے جاتے ہیں کہ کسی مسلمان پر خواہ مخواہ کفر کا فتویٰ لگ جائے۔ گو کفر کی ایک بھی وجہ نہ پائی جائے۔ اور ان کے شاگرد رشید میاں محمد حسین بٹالوی جو شیخ کہلاتے ہیں انہیں کے نقش قدم پر چلے ہیں بلکہ شیخ جی تو کچھ زیادہ گرمی دار اور تکفیر کے شوق میں اپنے استاد سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کر ہیں۔ ان دونوں استاد اور شاگرد کا مذہب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ننانوے وجوہ ایمان کی کھلی کھلی ان کی نگاہ میں پائی جائیں اور ایک ایمانی وجہ ان کو اپنی کوتہ نظری کی وجہ سے سمجھ میں نہ آوے تو پھر بھی ایسے آدمی کو کافر کہنا ہی مناسب ہے۔ چنانچہ اس عاجز کے ساتھ بھی ان حضرات نے ایسا ہی برتاؤ کیا۔ جو شخص اس عاجز کی تالیفات براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ وغیرہ کو غور سے پڑھے اس پر بخوبی کھل جائے گا کہ یہ عاجز کس جاں نثاری کے ساتھ خادم دین اسلام ہے اور کس قدر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کے شائع کرنے میں فدا شدہ ہے مگر پھر بھی میاں نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد بٹالوی نے صبر نہ کیا جب تک کہ اس عاجز کو کافر قرار نہ دے دیا۔ میاں نذیر حسین صاحب کی حالت نہایت ہی قابل افسوس ہے کہ اس پیرانہ سالی میں کہ گور میں پیر لٹکا رہے ہیں اپنی عاقبت کی کچھ پروا نہ کی اور اس عاجز کو کافر ٹھہرانے کے لئے دیانت اور تقویٰ کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ دیا اور موت کے کنارہ تک پہنچ

کر اپنے اندرون کا نہایت ہی برا نمونہ دکھایا۔ خدا ترس اور متدین اور پرہیزگار علماء کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ جب تک ان کے ہاتھ میں کسی کے کافر ٹھہرانے کے لئے ایسی صحیحہ یقینیہ قطعیہ وجوہ نہ ہوں کہ جن اقوال کی بناء پر اس پر کفر کا الزام لگایا جاتا ہے ان اقوال مستلزم کفر کا وہ اپنے منہ سے صاف اقرار کرے انکار نہ کرے تب تک ایسے شخص کو کافر بنانے میں جلدی نہ کریں۔ لیکن دیکھنا چاہئے کہ میاں نذیر حسین اسی تقویٰ کے طریق پر چلے ہیں یا اور طرف قدم مارا۔ سو واضح ہو کہ میاں نذیر حسین نے تقویٰ اور دیانت کے طریق کو بکلی چھوڑ دیا۔ میں نے دہلی میں تین اشتہار جاری کئے اور اپنے اشتہارات میں بار بار ظاہر کیا کہ میں مسلمان ہوں اور عقیدۂ اسلام رکھتا ہوں۔ بلکہ میں نے اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر پیغام پہنچایا کہ میری کسی تحریر یا تقریر میں کوئی ایسا امر نہیں ہے جو نعوذ باللہ عقیدہ اسلام کے مخالف ہو۔ صرف معترضین کی اپنی ہی غلط فہمی ہے۔ ورنہ میں تمام عقائد اسلام پر بدل و جان ایمان رکھتا ہوں اور مخالف عقیدہ اسلام سے بیزار ہوں۔ لیکن حضرت میاں صاحب نے میری باتوں کی طرف کچھ بھی التفاف نہ کی اور بغیر اس کے کچھ تحقیق اور تفتیش کرتے مجھے کافر ٹھہرایا بلکہ میری طرف سے انا مومن انا مومن کے صاف اقرارات بھی سن کر پھر بھی لست مومناً کہہ دیا اور جابجا اپنی تحریروں اور تقریروں اور اپنے شاگردوں کے اشتہارات میں اس عاجز کا نام کافر و بیدین اور دجال رکھا اور عام طور پر مشتہر کر دیا کہ یہ شخص کافر اور بے ایمان اور خدا اور رسول سے روگردان ہے۔ سو میاں صاحب کی اس پھونک سے عوام الناس میں ایک سخت آندھی پیدا ہو گئی اور ہندوستان اور پنجاب کے لوگ ایک سخت فتنہ میں پڑ گئے خاص کر دہلی والے تو میاں صاحب کی اس اخگر اندازی سے آگ بگولہ بن گئے شاید دہلی میں ساٹھ یا ستر ہزار کے قریب مسلمان ہوگا لیکن ان میں سے واللہ اعلم شاذ و نادر کوئی ایسا فرد ہوگا جو اس عاجز کی نسبت گالیوں وار لعنتوں اور ٹھٹھوں کے کرنے یا سننے میں شریک نہ ہوا ہو۔ یہ تمام ذخیرہ میاں صاحب کے ہی اعمالنامہ سے متعلق ہے جس کو انہوں نے اپنی ساری زندگی کے آخری دنوں میں اپنی عاقبت کے لئے اکٹھا کیا۔ انہوں نے سچی گواہی پوشیدہ کر کے لاکھوں دلوں میں جما دیا کہ درحقیقت یہ شخص کافر اور لعنت کے لائق اور دین اسلام سے خارج ہے۔ اور میں نے انہیں دنوں میں جبکہ میں دہلی میں مقیم تھا شہر میں تکفیر کا عام غوغا دیکھ کر ایک خاص اشتہار میاں صاحب کو مخاطب کر کے شائع کیا اور چند خط بھی لکھے اور نہایت انکسار اور فروتنی سے ظاہر کیا کہ میں کافر نہیں ہوں اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہلسنت والجماعت مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں اور میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں اور یہ بھی لکھا کہ میں ملائک کا منکر بھی نہیں۔ بخدا میں اسی طرح ملائک کو مانتا ہوں جیسا کہ شرع میں مانا گیا اور یہ بھی بیان کیا کہ میں لیلۃ القدر کا بھی انکاری نہیں بلکہ میں اس لیلۃ القدر پر ایمان رکھتا ہوں جس کی تصریح قرآن و حدیثوں میں وارد ہو چکی ہے اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ میں وجود جبرائیل اور وحی رسالت پر ایمان رکھتا ہوں انکاری نہیں۔ اور نہ حشر و نشر اور یوم البعث سے منکر ہوں اور نہ خام خیال نیچریوں کی طرح اپنے مولیٰ کی عظمتوں اور کامل قدرتوں اور اس کے نشانوں میں شک رکھتا ہوں اور نہ کسی استبعاد عقلی کی وجہ سے معجزات کے ماننے سے منہ پھیرنے والا ہوں اور کئی دفعہ میں نے عام جلسوں میں ظاہر کیا کہ خدائے تعالیٰ کی غیر محدود قوتوں پر میرا یقین ہے بلکہ میرے نزدیک قدرت کی غیر محدودیت الوہیت کا ایک ضروری لازمہ ہے۔ اگر خدا کو مان کر پھر کسی امر کے کرنے سے اس کو عاجز قرار دیا جائے تو ایسا خدا خدا ہی نہیں۔ اور اگر نعوذ باللہ وہ ایسا ہی ضعیف ہے تو اس پر بھروسہ کرنے والے جیتے ہی مر گئے اور تمام امیدیں ان کی خاک میں مل گئیں۔ بلاشبہ کوئی بات اس سے انہونی نہیں ہاں البتہ وہ بات ایسی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی شان اور تقدس کو زیبا ہو اور اس کے صفات کاملہ اور اس کے مواعید صادقہ کے برخلاف نہ ہو لیکن میاں صاحب نے باوجود میرے ان تمام اقرارات کے صاف لکھا کہ تم پر کفر کا فتویٰ ہو چکا اور ہم تم کو کافر اور بے ایمان سمجھتے ہیں بلکہ ۲۰/ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں جو تاریخ بحث مقرر کی گئی تھی جس سے پہلے اشتہارات مذکورہ جاری ہو چکے تھے۔ میاں صاحب کی طرف سے بحث ٹالنے کے لئے بار بار یہی عذر تھا کہ تم کافر ہو پہلے اپنا عقیدہ تو مطابق اسلام ثابت کرو پھر بحث بھی کرنا۔ اس وقت بھی بتمام تر ادب یہی کہا گیا کہ میں کافر نہیں ہوں بلکہ ان تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو اللہ جلشانہ نے مسلمانوں کے لئے عقائد ٹھہرائے ہیں بلکہ جیسا کہ اشتہار ۲۳/ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں درج ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے ایک تحریر بھی لکھ کر دی کہ میں ان تمام عقائد پر ایمان رکھتا ہوں مگر افسوس کہ میاں صاحب موصوف پھر بھی اس عاجز کو کافر ہی جانتے رہے اور کافر ہی لکھتے رہے اور یہی ایک بہانہ ان کے ہاتھ میں تھا جس کی وجہ سے مسیح کی وفات حیات کے بارے میں انہوں نے مجھ سے بحث نہ کی کہ یہ تو کافر ہے کافروں سے کیا بحث کریں۔ اگر ان میں ایک ذرہ تقویٰ ہوتی تو اسی وقت سے جو میری طرف سے عقائد اسلام اور اپنے مسلمان ہونے کا اشتہار

جاری ہوا تھا تکفیر کے فتوے سے دستکش ہوجاتے اور جیسا کہ ہزاروں لوگوں میں تکفیر کے فتوے کو مشہور کیا تھا ایسا ہی عام جلسوں میں اپنی خطا کا اقرار کر کے میرے اسلام کی نسبت صاف گواہی دیتے اور ناحق کے سوء ظن سے اپنے تئیں بچاتے اور خلاف واقعہ تکفیر کی شہرت کا تدارک کر کے اپنے لئے خدائے تعالیٰ کے نزدیک ایک عذر پیدا کر لیتے لیکن انہوں نے ہرگز ایسا نہ کیا بلکہ جب تک میں دہلی میں رہا یہی سنتا رہا کہ میاں صاحب اس عاجز کی نسبت گندے اور ناگفتنی الفاظ اپنے منہ سے نکالتے ہیں اور تکفیر سے دست بردار نہیں ہوئے اور ہر چند کوشش کی گئی کہ وہ اس نالائق طریق سے باز آجائیں اور اپنی زبان کو تھام لیں لیکن اس عاجز کی نسبت کافر کافر کہنا ایسا ان کی زبان پر چڑھ گیا کہ وہ اپنی زبان کو روک نہیں سکے اور نفس امارہ نے ایسا ان کے دل پر قبضہ کر لیا کہ خدائے تعالیٰ کے خوف کا کوئی خانہ خالی نہ رہا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اب میں ان کی تکفیر کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا۔ ہر یک شخص اپنی گفتار و کردار سے پوچھا جائے گا ان کے اعمال ان کے ساتھ اور میرے اعمال میرے ساتھ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ناحق کے الزاموں اور مفتریانہ کاموں کی طرف انہوں نے توجہ کی اور جو اصل بحث کے لائق اور متنازعہ فیہ امر تھا یعنی وفات مسیح علیہ السلام اس کی طرف انہوں نے ذرہ توجہ نہ فرمائی۔ (آسمانی فیصلہ)

فتح اسلام

حضرت ڈاکٹر بشارت احمدؒ

لامذہبی پر

حضرت مرزا غلام احمدؒ نے نہ صرف حالی طور پر دہریت اور اس کی مختلف شاخوں کا رد کیا بلکہ موجودہ زمانہ کے فلسفہ کے مطابق صدہا براہین و دلائل خدا کی ہستی، صداقت قرآن کریم و رسالت محمدیہ کے بارے میں دیئے جن کو سخت سے سخت نکتہ چین فلسفی کو بھی ماننے کے سوا چارہ نہیں اور ان دلائل و براہین کے محکم اور زبردست ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے براہین احمدیہ میں ان دلائل کو دیتے ہوئے اشتہار دیا کہ جو ان دلائل میں سے کسی ایک دلیل کو بھی توڑ کر دکھائے اس کو میں دس ہزار روپے کا انعام دینے کو تیار ہوں اور یہ خدا کا فضل تھا کہ کوئی دہریہ یا مخالف اسلام ان دلائل کو توڑ نہ سکا ہاں یہ سچ ہے کہ آخری حربہ دہریت کی جڑ پر جس کے بعد وہ سر نہیں اٹھا سکتی ان کا اپنا مشاہدہ اور تجربہ تھا کہ میں نے خدا کو پایا اور وہ مجھ سے بولتا ہے اس میں مذہب کی فتح لامذہبی اور دہریت پر تھی۔

تمام دیگر ادیان پر

لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور اعلان تھا جس میں اسلام کی فتح تمام دیگر ادیان عالم پر تھی وہ یہ کہ آپ نے ساتھ ہی یہ اعلان فرمایا کہ آج اس زندہ خدا کو جو تمام کائنات کا خالق و مالک ہے پانے کی راہ صرف اسلام میں ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ زندہ رسول ہیں جن کی خدا کی طرف سے لائی ہوئی ہدایت قرآن کریم کی اتباع اور جن کے فیضان روحانیت کے ذریعہ انسان کو خدا ملتا ہے اور اس دروازے کے سوا باقی سب دروازے بند ہیں آپ نے بڑا زور اس امر پر دیا اور فرمایا کہ میں نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا ہے اور قرآن و سنت رسول اللہ کی پیروی سے اس خدا کو پا لیا ہے جو اس تمام کائنات کا خالق و مالک ہے پس میں علیٰ وجہ البصیرت لوگوں کو اسلام کے زندہ خدا کی طرف بلاتا ہوں جس کا دل چاہے میرے پاس آئے اور تجربہ کر کے اپنی تسلی کرے۔ آج اسلام کے سوا کوئی مذہب ایسا نہیں جس کی پیروی سے خدا مل سکے اگر کوئی مدعی ہے تو میرے مقابل پر آئے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کے سامنے کوئی ایسا مدعی نہ آیا دور بیٹھے باتیں بناتے رہے مگر اس خدا کے شیر کے سامنے آنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی حضرت مرزا صاحب کی تحریروں کو پڑھو اس قسم کے اعلانات سے بھری پڑی ہیں میں فقط یہاں بطور نمونہ آپ کی ایک نظم کے چند اشعار پیش کرتا ہوں:۔

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
مصطفی پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغ محمد سے ہی کھایا ہم نے

یہ وہ باتیں تھیں جنہوں نے تمام ادیان کے پیرووں پر حجت تمام کر دی زبانی دعوے خدا رسی کے ہر ایک مذہب کا پیرو کرتا ہے لیکن اس طرح مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر صاحب حال بن کر دنیا کو للکارنا اور انہیں خدا اور رسول کی طرف دعوت دینا یہ انہی لوگوں کا کام ہوتا ہے جو خدا کے ہاتھ سے پاک وصاف کئے جاتے اور اس کے دین کی خدمت کے لئے خدا کی طرف سے کھڑے کئے جاتے ہیں یہ کسی مولوی ملا پیر فقیر کا کام نہیں بلکہ یہ اسی شخص کا کام ہے جو خدا سے تعلق رکھتا اور یقین و

معرفت کے تمام مراتب طے کر کے خدا کی طرف سے اعلائے کلمۃ اللہ اور خدمت دین کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔

اسلام کی فتح پر معترض خود مسلمان ہوئے

یہاں مجھے اس بات کو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مذہب کی یہ فتح اور پھر مذہبوں میں اسلام کی یہ فتح اگر خوشخبری تھی تو سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے تھی لیکن افسوس ہے کہ سب سے زیادہ مسلمانوں کی طرف سے ہی اس پر اعتراض اور چہ میگوئیاں ہوئیں۔ دہریت اور مادہ پرستی کا اثر طبائع پر اس قدر زبردست تھا کہ حضرت مرزا صاحب کا الہام کا دعویٰ عام طور پر مسلمانوں میں حقارت کی نظر سے دیکھا گیا اور صاف طور پر کہا گیا کہ مرزا صاحب نے وحی والہام کا جھگڑا کیوں ناحق درمیان کھڑا کر دیا حالانکہ سچ پوچھو تو مذہب کی روح کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے وحی الٰہی پر ایمان کو زندہ کرنا ازبس ضروری تھا آج اسی مادہ پرستی کے زمانہ میں مذہب سے انکار کی بڑی وجہ یہی ہے کہ وحی الٰہی سے جو مذہب کے لئے بطور بنیاد کے ہے بکلی انکار ہے موجودہ زمانہ کے جن فلاسفروں نے وحی کا انکار کیا خواہ وہ مسلم تھے مثلاً سر سید احمد خاں مرحوم وغیرہ یا غیر مسلم مثلاً مہاتما گاندھی وغیرہ انہوں نے بھی اسے ایک اندرونی آواز سے بڑھ کر حیثیت نہیں دی یعنی یہ کہ وہ دل سے ہی اٹھتی ہے اور دل پر پڑتی ہے اس لئے حضرت مرزا صاحب کا جو اس صدی میں منصب مجددیت پر خدا کی طرف سے کھڑے ہوئے تھے پہلا فرض تھا کہ وہ مذہب کی اس بنیاد کو مستحکم کرتے اور اس حقیقت کو واضح اور ثابت کر کے دکھاتے کہ سلسلۂ نبوت اور وحی والہام سچا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ہم کلام ہوتا رہا ہے اور چونکہ اس کی صفات دائمی ہیں اس لئے وہ آج بھی اپنے برگزیدہ بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ نبوت ختم ہوگئی اور دین کامل ہو چکا لہٰذا وحی نبوت بند ہوگئی کیونکہ اس کی ضرورت نہیں رہی لیکن وحی ولایت باقی ہے یعنی مبشرات کے رنگ میں خدا کا انسان سے مکالمہ و مخاطبہ اسی طرح جاری ہے جس طرح پہلے تھا تاکہ سلسلۂ نبوت پر وہ ایک دلیل ہو اور بندوں کی معرفت اور یقین اپنے کمال کو پہنچے چنانچہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں بڑا زور اس بات پر دیا اور اس مادہ پرستی اور لامذہبی کے زمانہ میں بڑے زور سے یہ اعلان کیا کہ آج بھی وہ خدا بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے زمانہ میں اپنے برگزیدوں سے بولا کرتا تھا اور کھول کر سنایا کہ میں اس معاملہ میں صاحب تجربہ اور اہل حال ہوں اور ساتھ ہی اپنی رویا و کشوف اور الہامات کو پیش کیا جن میں آئندہ امور کی اطلاع دی گئی تھی اور ان کے سچا ثابت ہونے پر شہادتیں مہیا کیں اور تمام دہریہ اور مادہ پرستوں کو چیلنج کیا کہ وہ میرے پاس آئیں اور الہامات الٰہیہ کے سچا ہونے پر اپنی تسلی کر لیں اور ساتھ ہی اس بات کا بھی اعلان کیا کہ وحی الٰہی دل کی کسی اندرونی آواز کا نام نہیں بلکہ وہ خارج سے الفاظ میں آتی ہے اور انسان کے قلب پر نازل ہوتی ہے ہاں وہ آواز اسی طرح خارج سے آتی ہے جس طرح ایک ٹیلیفون کی آواز خارج سے آتی سنائی دیتی ہے البتہ وہ ایک روحانی ٹیلیفون ہے جسے قلب کا کان سنتا ہے اسی طرح جیسے قلب کی آنکھ کشف کی حالت میں عین بیداری میں بعض دفعہ آنے والے واقعات کو اور بعض دفعہ عالم باطن کے دوسرے نظاروں کو دیکھتی ہے اور اس وحی والہام کے ذریعہ ایسے علوم غیبیہ پر اطلاع دی جاتی ہے جس کو جاننا انسان کی بساط سے باہر ہوتا ہے اور بعض دفعہ الہام ہی میں سوال وجواب کا ایک سلسلہ ہوتا ہے جو بندہ اور اس کے رب کے درمیان جاری رہتا ہے پھر خدا کے اس کلام کے ساتھ ایک عجیب شوکت اور نور ہوتا ہے اور ایسا یقین ہوتا ہے جو فولادی میخ کی طرف قلب میں گڑ جاتا ہے اور خدا کا فعل اس کی تائید کرتا ہے یعنی جس طرح قبل از وقت کوئی امر بتایا جاتا ہے اسی طرح ظہور پذیر ہوتا ہے اور اگر راستہ میں موانعات اور مشکلات حائل ہوں تو خدا تعالیٰ اپنی قدرت سے انہیں دور کر کے اپنے کلام کی سچائی کو ظاہر کرتا ہے تب انسان کے اندر خدا کے کلام پر اور اس کی ہستی پر وہ زندہ ایمان پیدا ہوتا ہے جو تمام اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کی جڑ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت اپنے کمال کو پہنچ کر انسان کو ان تمام انعامات اور ترقیات کا وارث بنا دیتی ہے جس کے لئے جناب الٰہی نے اسے پیدا کیا ہے پس خدا کا مکالمہ و مخاطبہ ہی وہ شہادت حقہ ہے جس سے مذہب کی سچائی اور سلسلۂ نبوت پر دلیل قائم ہوتی ہے ورنہ جو بات بطور حال مشاہدہ اور تجربہ میں نہ آئے وہ افسانہ کے رنگ میں ہو جاتی ہے اور انسان کو کسی یقین تک نہیں پہنچا سکتی۔ (مجدد اعظم)

امیر جماعتِ احمدیہ لاہور

حضرت مولانا محمد علی "لاہوری" علیہ الرحمتہ

مولانا عبد الماجد دریابادی کی الفاظ میں

ڈاکٹر خورشید عالم تارین

حیراں ہوں اُن کے حسن میں کیا ایسا سحر تھا
میرے بھی دل کو جس سے وہ تسخیر کر چلے

(عبد الماجد)

(نوٹ:۔ مولانا عبد الماجد دریابادی صاحب تعلیم کے دوران مغربی علوم سے متاثر ہو کر قریباً دہریہ ہو گئے۔ اتفاقاً انہیں حضرت مولانا محمد علی کا

انگریزی ترجمہ قرآن مِل گیا جس کو پڑھ کر، اُن کے اپنے الفاظ میں، وہ نئے سرے سے مسلمان ہوئے۔ حضرت مولانا محمد علیؒ کے متعلق اُن کے تاثرات مندرجہ ذیل مضمون میں پیش کئے گئے ہیں)

مولانا عبدالماجد دریابادی ۲۳/ اگست ۱۹۲۹ء کے شمارے میں لکھتے ہیں:۔

"آریہ سماجیوں سے مناظرہ" اس عنون کے ماتحت مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کا ایک مضمون اسی پرچہ میں کسی دوسری جگہ شائع کیا جارہاہے۔ موصوف ایک دردمند اور مخلص مسلمان ہیں اور۔۔ اسلام کی تبلیغ واشاعت کی وہ عظیم الشان خدمات انجام دے چکے ہیں جن پر ہمارے بہت سے علماء کو رشک آنا چاہیئے۔ اُنکا مضمون ہر طرح قابل غور ہے"۔ سچ لکھنؤ۔ ۲۳/ اگست ۱۹۲۹ء

مولانا عبدالماجد دریابادی نے ۶ جنوری ۱۹۶۱ء کے شمارے میں "میری محسن کتابیں" عنوان کے تحت ایک مضمون شائع فرمایا۔ اس میں لکھاہے:۔

"غالباً اگست ۱۹۲۰ء تھا کہ ایک عزیز کے پاس مولوی محمد علی (صاحب) لاہوری کا انگریزی ترجمۃ القرآن پڑھنے میں آیا اور طبیعت نے اس سے بہت گہرا اور اچھا اثر قبول کیا۔ مغربی راہ سے آئے ہوئے بیسیوں شبہات واعتراضات اس ترجمہ و تفسیر سے دور ہوگئے اور یہ رائے اب تک قائم ہے۔

ملحد سے مسلم

۱۹۱۲ء کا ذکر ہے۔ میں لکھنؤ کنگ کالج میں بی۔ اے کا طالب علم تھا اور عقائد کے اعتبار سے مسلم سے کہیں زیادہ ملحد یا اس وقت کی اصطلاح میں لاادری (اگیناسٹک) تھا۔ معلوم ہوا کہ شہر کے نئے زنانہ مسلم گرلز کالج میں نئی پرنسپل ایک انگریز خاتون مس پوپ ہو کر آئی ہیں۔ جو مسلم ہیں اور نیا اسلامی نام آمنہ رکھتی ہیں۔ خبر بالکل انوکھی معلوم ہوئی اور بڑا اشتیاق ان سے ملنے کا ہوا۔ بہر حال ملاقات کے لئے گیا۔ اور معلوم ہوا کہ موصوفہ پر اثر سب سے زیادہ رائٹ آنریبل سید امیر علی کی کتابوں کا پڑا۔ اور باضابطہ اسلام غالباً خواجہ کمال الدین مرحوم کے نئے نئے اسلامک مشن (ووکنگ) میں جاکر قبول کرلیا۔ واپسی پر اچھا خاصا متاثر آیا۔۔۔ چند سال بعد ایک عزیز کے پاس مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا تازہ انگریزی ترجمۃ القرآن دیکھا۔ اور اس نے خاص طور پر اثر کیا۔ امیر جماعت لاہوری کے دوسرے عقائد اور خیالات جتنے بھی مسلک اہل حق سے ہٹے ہوں۔ وہ سب اپنی جگہ لیکن اسلام کے بنیادی عقائد کی تبلیغ کے لئے ہرگز ضروری نہیں کہ مبلغ کے عقائد سو فیصدی صحیح العقائد ہوں۔۔۔ جسٹس امیر علی مرحوم۔ تو شاید وحی الٰہی کے بھی پوری طرح قائل نہ تھے۔ لیکن بہر حال مؤثر ان کی بھی تبلیغ ثابت ہوئی اور لوگوں کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لے آنے میں معین ہوئی۔۔۔" (صدق جدید یکم جون ۱۹۵۱ء)

مولانا محمد علی کی انگریزی تفسیر القرآن نے میری دستگیری کی

مرحوم کی خدماتِ اسلام کا انکار کرنا دن کی روشنی میں آفتاب کے وجود سے انکار کرنا ہے۔ ۱۹۳۰ء میں (آج سے ۲۱ سال قبل) جب میں انگریزیت کے پھیلائے ہوئے زہر الحاد (ریشنلزم اور ایگناسزم) میں غرق تھا۔ مرحوم کے انگریزی ترجمہ قرآن ہی نے دستگیری کی۔ وہ اگر محض اتفاق سے ایک عزیز کے پاس دیکھنے کو نہ مل جاتا تو خدا معلوم کتنی اور مدت تک بھٹکتا رہتا۔ اور میری ہی طرح خدا معلوم اور کتنوں کے حق میں وہ شمع ہدایت ثابت ہوا ہوگا۔ پھر اردو تفسیر القرآن، فضل الباری، خلافت راشدہ، سیرت خیر البشر اور انگریزی ریلجن آف ہیومنٹی، مینول آف حدیث اور ان کی تصانیف ایک سے بڑھ کر ایک مفید ومعرکتہ الآراء موجود ہیں۔ مرحوم مفسر قرآن کی بھی عام خدماتِ اسلام سے چشم پوشی حق پوشی کے مترادف ہوگی۔ ذاتی ملاقات کا موقعہ صرف ایک ہی بار ملا۔ لیکن وہ ملاقات بھی بہت اچھی رہی۔ چہرہ پر ایک نورانیت تھی۔ جو شب بیداری اور مجاہدات ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اخلاق، گفتگو، شرافت اور نرمی کی شان تھی۔ ان الحسنات یذھبن السئیات کے ماتحت میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کی لغزشوں کو معاف فرمادے اوران کی خدمات دین کو حسن قبول سے سرفراز کرے۔ والسلام۔ عبدالماجد (بر موقع وفات حضرت مولانا محمد علی)

مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم کا ایک ادبی مضمون جس کا عنوان "لاہور" تھا۔ لاہور کے مشہور رسالہ 'نقوش' کے لاہور نمبر

میں ۱۹۶۲ء میں نکلا تھا۔ جس کو ۱۹۸۱ء میں "صدق جدید" میں دوبارہ بالاقساط چھاپا گیا ۔اسی کے یہ اقتباس حاضر خدمت ہیں:۔
"بات میں بات جس طرح نکلتی آتی ہے۔ اسی طرح رہ رہ بھی جاتی ہے۔ ابھی میں دَور بے دینی سے پوری طرح نکلنے نہ پایا تھا۔ یعنی دل اگرچہ فرنگی عقلیت، مادیت ، لاادریت سے سیر ہوچکا تھا ۔اورہندو روحانیت وفلسفہ میں اٹکا ہوا تھا۔ پھر بھی اسلام کی منزل ابھی دُور ہی تھی۔ سنہ غالباً ۲۰ء تھا کہ امیر جماعت احمدیہ لاہور، مولوی محمد علی ایم اے کا انگریزی ترجمہ قرآن تفسیری حاشیوں سے لیس، ایک عزیز کے ہاں نظر سے گزرا۔ اور اس کا اثر جادو کا سا ہوا۔ شکوک کے بادل چھٹتے گئے اور شبہات کی تارکیاں مٹتی گئیں۔ مولانا (روم) کی مشہور عالم مثنوی کے بعد ہی اگر شبلی کی سیرۃ النبی اور محمد علی کی اس انگریزی تفسیر نے عین وقت پر دستگیری نہ کی ہوتی۔ تو خدا معلوم کب تک اور میں وادیٔ ضلالت میں ٹھوکریں کھاتا پھرتا۔ بعد کو ان کی اور کتابیں بھی شوق سے لیکر پڑھیں۔ سیرت خیر البشر، مقام حدیث اور آخر میں ریلجن آف اسلام میں جابجا ان کے لایعنی عقیدہ کی خامیاں کمزوریاں بھی ملیں (اور یہ کس کے ہاں نہیں ملتیں)۔ پھر بھی بہ حیثیت مجموعی جتنی خدمت دین کی اس لاہوری نے کی ہے خصوصاً باہر والوں کو اسلام کی طرف کھینچ لانے میں، وہ کم تر ہی کسی کے حصہ میں آتی ہے۔
لاہور اوراہل لاہور سے متعلق ذہن میں خوشنما مرقع اس دَور میں قائم تھا۔ اس چوکھٹے میں علاوہ اقبال و محمد علی لاہوری کے اور بھی کئی تصویریں بزرگوں کی بھی اور دوستوں کی بھی موجود تھیں۔ مثلاً مولانا احمد علی (خدام الدین والے) خواجہ کمال الدین (اسلامک ریویو والے) جواب لاہوری سے لندنی ہوچکے تھے۔" (صدق جدید۔ ۲۳ جنوری ۱۹۸۱ء۔ ص ۶)

میں پیچھے نہیں ہٹوں گا

ایک احمدی مشکلات سے کبھی نہیں گھبراتا وہ اس لئے کہ حضرت مرزا غلام احمدؒ صاحب نے بہت پہلے کہہ دیا تھا کہ اللہ کی راہ میں کانٹے ہی کانٹے ہیں اور جس کے پاؤں نازک ہیں وہ اِس جماعت سے الگ ہو جائے۔ حُنین کو یاد کریں جبکہ ساری فوج بھاگ اُٹھی تو حضورؐ اپنی سواری پر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز میں فرمایا میں محمد ہوں، میں خدا کا نبی ہوں۔ میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ یہی آواز ایک احمدی کی آواز ہونی چاہیے کہ میں محمدؐ کا پیرو ہوں جو بھی ظلم و ستم میرے ساتھ ہو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

1. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان
2. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:۔ "اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"، "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"، "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔"
3. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں، نہ قیامت تک منسوخ ہو گا۔
4. بمطابق فرمان نبوی حضرت ﷺ کے بعد مجددین آئیں گے۔ اِس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء
5. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
6. ہر اُس شخص کو جو لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ وہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔
7. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: "اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔